اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۸۵

اللّٰہ اکبر

قادیان

الفضل

The ALFAZL QADIAN.

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر:- غلام نبی

فی پرچہ ۱/

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند للعہ

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳/

نمبر ۱۰۵	مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۳ ہجری	یوم یکشنبہ	مطابق ۳ مارچ ۱۹۳۵ء	جلد ۲۲

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خیر و عافیت ہے

حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں چند احمدیوں اور چند غیر احمدیوں کے درمیان مباہلہ قرار پایا ہے۔ اس تقریب پر یکم مارچ مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری روانہ ہوئے۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ "انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام لاہور کے سرکردہ ممبروں کی اپیل کا مخلصانہ جواب" بصورت پوسٹر اور ٹریکٹ جماعتوں کو بھجوایا گیا ہے۔ جن جماعتوں کو پوسٹر یا ٹریکٹوں کی مزید ضرورت ہو۔ وہ فوراً منگوالیں۔ اور پوسٹروں کو نمایاں مقامات پر چسپاں کرنے کی کوشش کریں۔ ناظم تبلیغ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ سے عاشقِ صادق کی طرح محبت کرو

(فرمودہ ۵ مارچ ۱۹۰۳ء)

"مکاشفات اور الہامات کے ابواب کے کھلنے کے واسطے جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ اگر تمام عمر بھی کشوف اور الہامات نہ ہوں۔ تو گھبرانا نہ چاہیئے۔ اگر یہ معلوم کر لو۔ کہ تم میں ایک عاشقِ صادق کی سی محبت ہے جس طرح وہ اس کے ہجر میں۔ اس کے فراق میں بھوکا مرتا ہے۔ پیاس سہتا ہے۔ نہ کھانے کا ہوش ہے۔ نہ پانی کی پروا۔ نہ اپنے تن بدن کی کچھ خبر۔ اسی طرح تم بھی خدا کی محبت میں ایسے محو ہو جاؤ کہ تمہارا وجود ہی درمیان سے گم ہو جائے۔ پھر اگر ایسے تعلق میں انسان مر بھی جائے۔ تو بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ ہمیں تو ذاتی محبت سے کام ہے۔ نہ کشوف سے غرض نہ الہام کی پروا۔ دیکھو جس طرح ایک شرابی شراب کے جام کے جام پیتا ہے اور لذت اٹھاتا ہے اسی طرح تم اس کی ذاتی محبت کے جام بھر بھر پیو۔ جس طرح وہ دریا نوش ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بھی کبھی سیر نہ ہونے والے بنو۔"

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۳ء)

احمدیت کے مقابلہ میں مخالفین کو اپنی ناکامی کا اعتراف

جماعت احمدیہ کے خلاف احراریوں کی فتنہ خیزیاں "عدو شرے بر انگیزد کہ خیرے ما دراں باشد" کی مصداق بن رہی ہیں۔ ان کی کوشش تو یہ ہے۔ کہ لوگ احمدیت کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور احمدیوں سے گفتگو نہ کریں۔ اسی غرض سے وُہ بائیکاٹ اور قطع تعلق کرنے پر زور دیتے رہتے ہیں لیکن نتیجہ یہ نکل رہا ہے۔ کہ سعید الفطرت اور شریف لوگ جو پہلے مذہب کے متعلق غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ بیدار ہو کر تحقیق حق کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ اور بڑی خواہش سے احمدیوں کے ساتھ مذہبی گفتگو کرتے ہیں:۔

چنانچہ کوٹری علاقہ حیدرآباد سندھ سے ایک بھائی لکھتے ہیں:۔

مولوی ظفر علی نے یہاں آ کر بھی احمدیت کے خلاف تقریر کی: اور بدزبانی سے کام لیا۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ پہلے جو لوگ بات تک نہ کرتے تھے۔ اب خود بلا بلا کر گفتگو کرتے ہیں اور بعض سمجھدار کہتے ہیں ظفر علی جو اپنے آپ کو قلم کا دھنی اور بہت بڑا مقرر بتاتا ہے احمدیت کی تردید دلائل سے کیوں نہیں کرتا۔ اس نے دلائل کی بجائے مغلظات سُنا کر ہم لوگوں کو بہت ندامت دلائی ہے:۔

مولوی ظفر علی بھی خوب سمجھتا ہے۔ کہ احمدیت کے مقابلہ میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو ناکامی پر ناکامی ہو رہی ہے۔ ان کی تمام کوششیں اکارت جا رہی ہیں۔ احمدیت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ چنانچہ مولوی ظفر علی نے اپنے کئی لیکچروں میں کہا۔ "قادیانی فتنہ ایک ایسا فتنہ ہے۔ کہ اسے جتنا دباؤ۔ اتنا ہی بڑھتا ہے"۔ ان الفاظ میں حق و صداقت کو "فتنہ" قرار دے کر مولوی ظفر علی نے جہاں اپنی کور باطنی کا ثبوت دیا ہے وہاں اس کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے ہم خیالوں کی ناکامی کا بھی کھلے طور پر اعتراف کر لیا ہے:۔

یوم التبلیغ کے متعلق ہر احمدی کا فرض

ہر احمدی کو معلوم ہے کہ جماعت احمدیہ کے قیام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی اصل غرض اسلام کی اشاعت اور ان لوگوں کو جو اس نُور سے محروم ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات و فیوض سے مستفیض کرنا ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے جماعت احمدیہ کا اگرچہ ہر فرد اپنے حالات کے مطابق تبلیغ اسلام میں کوشاں رہتا ہے لیکن اس کی اہمیت خاص طور پر ظاہر کرنے کے لئے نظارت دعوۃ و تبلیغ نے امسال ۱۰ مارچ ۱۹۳۵ء کا دن اس لئے مخصوص کیا ہے۔ کہ ہر احمدی اس دن غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کرے پس ہر احمدی کو چاہئیے۔ کہ ۱۰ مارچ کا تمام دن دُوسرے اشغال سے فارغ رکھ کر تبلیغ اسلام میں خرچ کرے اور خوش اسلوبی۔ اور تندہی کے ساتھ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کا حکم اپنے سامنے رکھتے ہوئے حالتاً لوجہ اللہ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دے:۔

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

۲۶-۲۷ فروری بیعت کرنیوالوں کی فہرست

گزشتہ پرچہ میں ۲۴ تا ۲۶ فروری ۱۹۳۵ء کی بیعت کی جو فہرست چھپی ہے۔ اس میں بعض نام رہ گئے ہیں۔ وہ نام اور بعد میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کر کے داخل احمدیت ہونے والوں کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

نمبر	نام
۱	مہر دین صاحب ولد نظام دین صاحب ڈھپئی ضلع گورداسپور
۲	مخدومی پیر احمد شاہ صاحب۔ سری نگر۔ کشمیر
۳	سید محمد سعید صاحب " " "
۴	فضل دین صاحب ننگل باغبانان۔ ضلع گورداسپور
۵	مجاں صاحب " " " " "
۶	اللہ رکھی صاحبہ بنت دین محمد صاحب " " "
۷	محمد اعظم صاحب حکیم - بنگلور سٹی
۸	زینب اہلیہ پیر محمد صاحب بھیرہ۔ ضلع شاہ پور
۹	مہتاب بی بی صاحبہ - قادیان۔ ضلع گورداسپور
۱۰	نور بی بی صاحبہ " " "
۱۱	غلام فاطمہ صاحبہ " " "
۱۲	صغریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی محمد الدین صاحب قادیان "
۱۳	سردار بیگم صاحبہ اہلیہ محمد اکبر صاحب کاہنووان "
۱۴	اللہ رکھی صاحبہ اہلیہ عمر دین صاحب کوئٹہ۔ بلوچستان
۱۵	مہر بی صاحبہ زوجہ مہر دین صاحب قادیان ضلع گورداسپور
۱۶	زینب بی بی صاحبہ زوجہ محمد صدیق " " " "
۱۷	نواب بی بی صاحبہ اہلیہ اسمٰعیل " " " "
۱۸	عنایت بیگم صاحبہ زوجہ مہر دین " " "
۱۹	نواب بی بی صاحبہ - قادیان ضلع گورداسپور
۲۰	حاکم بی بی صاحبہ اہلیہ مولا بخش صاحب پکیواں " "
۲۱	عمری صاحبہ اہلیہ مہر دین صاحب مرحوم قادیان " "
۲۲	امینہ بیگم صاحبہ اہلیہ عبد اللہ صاحب ڈلہ بور " "
۲۳	سردار بیگم صاحبہ " " " "
۲۴	حسن بی بی صاحبہ اہلیہ محمد علی صاحب ٹونڈی " "
۲۵	فضل النساء صاحبہ اہلیہ رحیم خاں " ساد چور "
۲۶	طالعہ بی بی صاحبہ اہلیہ سراج دین " پکیواں "
۲۷	ست بھرائی صاحبہ اہلیہ علم دین " ڈیرہ خان محمد " شاہ پور
۲۸	سکینہ صاحبہ اہلیہ فوجا " قادیان " گورداسپور
۲۹	مہر بی بی صاحبہ اہلیہ اللہ بخش " دوجووال " امرتسر
۳۰	برکت بی بی صاحبہ اہلیہ پیر شادی " قادیان " گورداسپور
۳۱	ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ عبد الغفور " بابا بکالہ " امرتسر
۳۲	فیروز بی بی صاحبہ اہلیہ رحیم داد " ایبٹ آباد " ہزارہ
۳۳	رسول بی بی صاحبہ اہلیہ محمد لطیف " روال " گورداسپور
۳۴	غلام سکینہ صاحبہ اہلیہ حسین شاہ صاحب۔ ملتانی۔ نواں پنڈ۔ ضلع گورداسپور
۳۵	صادق علی صاحب کرک بیلیا۔ ضلع بنکوڑا۔ بنگال۔

ضروری تصحیح

الفضل ۲۶ فروری ۱۹۳۵ء میں جلسہ سالانہ پر بیعت کرنے والوں کی جو فہرست شائع ہوئی ہے۔ اس میں نمبر ایک کی سکونت اجنالہ خورد ضلع منٹگمری لکھی ہے بیر ریالہ خورد ہے:۔

اسی طرح نمبر ۵۳ کی سکونت کھیوا چک نمبر ۱۲۶ کی بجائے کھیوا چک نمبر ۲۷ لکھی گئی ہے احباب درست کر لیں:۔

مصباح کا تبلیغی نمبر

یکم مارچ کا مصباح تبلیغی نمبر ہے جس میں مولانا شمس صاحب کا مضمون "میرا مذہب مجھے کیا فائدہ دیتا ہے" طبع ہوا ہے۔ ۱۰ مارچ یوم التبلیغ ہے۔ مصباح کا تبلیغی نمبر اس موقعہ پر غیر مسلموں میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کیجئے۔

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا
مَیں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں

سورۂ جمعہ کی پہلی آیت

یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم کے متعلق یہ بیان کیا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ملک ہونے کی تسبیح۔ اور قدوس ہونے کی تسبیح۔ اور عزیز ہونے کی تسبیح۔ اور حکیم ہونے کی

تسبیح سے مُراد

کیا ہے۔ کس طرح ان امور میں خدا تعالےٰ کی تسبیح کی جاتی ہے اور اس تسبیح کے ذکر کرنے سے اُس کا مقصد کیا ہے۔ وُہ مقصد میں نے یہ بتایا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ بندوں سے چاہتا ہے کہ وُہ بھی ایسے ہی ملک بنیں۔ جن کی تسبیح کی جائے۔ ایسے ہی قدوس بنیں۔ جن کی تسبیح کی جائے۔ ایسے ہی عزیز بنیں۔ جن کی تسبیح کی جائے۔ اور ایسے ہی حکیم بنیں جن کی تسبیح کی جائے۔

اخلاقی طور پر

جب تک انسان تسبیح والا ملک نہیں بنتا۔ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث نہیں ہوسکتا۔ جب تک وُہ تسبیح والا قدوس نہیں بنتا۔ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث نہیں ہوسکتا۔ جب تک وُہ تسبیح والا عزیز نہیں بنتا۔ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث نہیں ہوسکتا۔ جب تک وُہ تسبیح والا حکیم نہیں بنتا۔ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اس امر کو ذہن میں رکھتے ہُوئے کتنی ضروری یہ بات ہو جاتی ہے۔ کہ ہر مومن ملک بھی ہو۔ ہر مومن قدوس بھی ہو۔ ہر مومن عزیز بھی ہو اور ہر مومن حکیم بھی ہو۔

کتنا بلند مقام

ہے۔ جو ہمارے رب نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ لیکن بالعموم لوگوں سے جب ذکر ہو۔ تو وُہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ جی ہم تو غریب ہیں کمزور و ناتوان اور مسکین ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر تم

خدا تعالےٰ کے مومن بندے

ہو۔ تو تم غریب نہیں۔ بلکہ ملک ہو۔ اور ملک بھی وُہ جس کی تسبیح کی جائے اور اگر تم سچے مومن ہو۔ تو تم قدوس ہو۔ اور قدوس بھی وُہ جس کی تسبیح کی جائے۔ اسی طرح اگر تم سچے مومن ہو۔ تو تم عزیز اور حکیم ہو۔ اور عزیز اور حکیم بھی وہ جس کی تسبیح کی جائے ہو سکتا ہے۔ کوئی بادشاہ ہو۔ اور اس کی رعایا اسے بادشاہ نہ مانے جیسے پُرانے زمانہ میں کئی بادشاہ بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ اور انہیں رعایا میں سے کوئی شخص بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ مثلاً ہمایوں کے متعلق ہی لکھا ہے۔ کہ وُہ بھاگ کر ایران پہنچا۔ مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ مومن خواہ کتنا ہی غریب اور کتنا کمزور نظر آئے۔ کتنا ہی ضعیف اور کنگال کیوں نہ ہو۔ اگر وُہ سچا مومن ہے تو ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں ملک ہو۔ اور

آسمان پر ایک بادشاہ کی حیثیت میں

اس کا نام لکھا گیا ہو۔ تم کہہ سکتے ہو کہ ہم کیونکر یہ تسلیم کریں۔ کہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں ہماری حیثیت ایک بادشاہ کی سی ہے۔ میں اسکی تشریح کے لئے تمہیں قرآن مجید کی ایک آیت اور ایک حدیث کی طرف توجہ دلاتا ہُوں۔ قرآن مجید میں یہ ذکر آتا ہے۔ کہ ادنےٰ سے ادنےٰ مومن کو بھی جنت میں جو مقام حاصل ہوگا۔ عرضها السمٰوات والارض۔ اس کی قیمت زمین و آسمان کے برابر ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اسی کی تشریح کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ کے مومن کو بھی جو جگہ جنت میں ملیگی وُہ

زمین و آسمان کے برابر

ہوگی۔ اگر ایک ضلع کا حاکم ہوکر کوئی شخص بادشاہ کہلا سکتا ہے اگر ایک ملک کا حاکم ہوکر کوئی شخص بادشاہ کہلا سکتا ہے۔ اور اگر دو باتیں ملکوں کا حاکم ہوکر کوئی شخص بادشاہ کہلا سکتا ہے۔ تو جس کے متعلق خدا تعالےٰ کہے۔ کہ اسے زمین و آسمان دے دیا جائیگا۔ وُہ کیوں بادشاہ نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہُوا۔ کہ کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ بادشاہ نہ بنے۔ پس

ہر مومن بادشاہ ہے

اور پھر ہر مومن قدوس بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ انسان خواہ کتنے بڑے بلند مقامات حاصل کرے۔ اور انتہائی کمالات تک پہنچ جائے۔ اس کا مقام خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہُوئے یہی ہے۔ کہ وُہ کہے۔ میں کمزور اور گنہگار ہوں۔

اللہ تعالےٰ کی قدوسیت

کے مقابلہ میں میری قدوسیت کی کچھ حقیقت ہی نہیں۔ لیکن ادنےٰ سے ادنےٰ مومن کو بھی ایسی پاکیزگی ضرور حاصل ہونی چاہیئے۔ کہ دُنیا اسے دیکھ کر کہے۔ کہ یہ نیک آدمی ہے۔ اور اس کی بات پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اگر دُنیا اسکی بات پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ اس کا ایمان مشتبہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے

احمدیوں میں سے بعض لوگ

اپنے علاقوں میں مشہور اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن جب کبھی معاملے کا وقت آتا ہے۔ تو لوگ ان کی گواہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہماری جماعت کا ایک غریب آدمی تھا مجھے معلوم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نے بیعت کی تھی۔ یا نہیں۔ مگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں وُہ یہاں آیا کرتا تھا۔ اس کا نام مغلا تھا۔ اور وہ جھنگ کی طرف کا رہنے والا تھا۔ اس کے رشتہ دار سب چوریاں کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے ہدایت دی۔ اور وہ احمدی ہوگیا۔ بہت مسکین اور غریب احمدی تھا۔ جب بھی وُہ یہاں آتا۔ تو بتاتا۔ کہ احمدیت کی وجہ سے اسے لوگ بہت مارتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ کیا تمہارے

بھائی بھی تمہاری مدد نہیں کرتے؟ وہ کہنے لگا۔ بھائی تو مجھے زیادہ مارتے ہیں۔ پھر اس نے سنایا۔ کہ ہمارے ہاں عام طور پر لوگ جانوروں کی چوری کرتے ہیں۔ یہ مرض جھنگ۔ گجرات۔ گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے اضلاع میں بہت پھیلا ہوا ہے۔ وہ لوگ

جانوروں کی چوری

کو کوئی ذلیل کام تصور نہیں کرتے۔ بلکہ ایک قسم کا مقابلہ سمجھتے ہیں اور اگر ایک کے جانور چوری ہو جائیں۔ تو وہ موقعہ پاکر چوری کرنے والے کے جانور چرا کر لے آتا ہے۔ چونکہ مثلاً کے بھائی وغیرہ بھی چوریاں کیا کرتے تھے۔ اس لئے باوجود غریب ہونے کے چوریوں کی وجہ سے اپنے علاقہ میں با اثر سمجھے جاتے تھے۔ اس نے بتایا کہ جب سے میں احمدی ہوا ہوں۔ سارا علاقہ مجھے کافر کہتا ہے۔ مگر جب کسی کے ہاں چوری ہوتی ہے۔ تو انہیں میرے بھائیوں پر شبہ ہو جاتا ہے۔ جب وہ آتے ہیں۔ تو میرے بھائی قسمیں کھانے لگ جاتے ہیں۔ کہ ہم نے چوری نہیں کی۔ قرآن تک اٹھا لیتے ہیں۔ مگر لوگ ان کی بات پر اعتبار نہیں کرتے۔ اور نہ

قسموں کا یقین

کرتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ مثلاً اگر کہدے۔ کہ تم نے چوری نہیں کی تو ہم مان جائیں گے۔ اس پر میرے بھائی میرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے مثلیا۔ اب ہماری عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو یہ کہہ دے۔ کہ انہوں نے چوری نہیں کی۔ تو وہ مان جائیں گے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ یہ تو جھوٹ ہوگا۔ میں کس طرح کہوں کہ آپ لوگوں نے چوری نہیں کی۔ جبکہ واقعہ میں چوری کر کے ان کا مال لائے ہیں کیا میں سچ بولنا چھوڑ دوں؟ اس پر وہ یہ کہتے کہ "سچ کا کچھ لگتا!" اور مارنے پیٹنے لگ جاتے ہیں۔ دوسرے فریق کو جب پتہ لگتا۔ کہ مثلاً کو محض اس کے سچ بولنے پر مارا جا رہا ہے تو وہ اور زیادہ اصرار کرنے لگ جاتا۔ کہ اگر مثلاً کہیگا۔ تو ہم مانینگے۔ ورنہ نہیں مانینگے۔ اس پر وہ پھر میری طرف آتے ہیں۔ اور مجھے مارنے پیٹنے لگ جاتے ہیں۔ اور جب مار پیٹ کر الگ ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں "دس مثلیا اساں ایہہ چیز چرائی ہے"؟ تو میں پھر سچ بولتا۔ اور کہتا ہوں لی تو ہے۔ اس پر وہ پھر مارنے لگ جاتے ہیں۔ باپ الگ ناراض ہوتا ہے کہ کوئی ایسا بھی احمق ہوتا ہے۔ جو اپنے بھائیوں کو نقصان پہنچائے پس کہنے لگا۔ میرا تو یہی حال ہوتا ہے جس دن میرے بھائی گھر میں کوئی مال چرا کر لاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اب میری ہڈیوں کی خیر نہیں پھر وہ کہنے لگا۔ کبھی میں پیچھا چھڑانے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کرتا ہوں کہ میں تو تمہارے نزدیک کافر ہوں۔ میری گواہی کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس پر وہ کہتے ہیں۔ تو ہے تو کافر۔ مگر بولتا سچ ہے۔

غرض احمدی مرتد بھی کہلاتے ہیں بے دین بھی کہلاتے ہیں۔ یہ بھی سنتے ہیں۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے ہو۔ مگر پھر بھی لوگ ان کے متعلق یہ کہنے سے نہیں رہ سکتے کہ

احمدی سچ بولتے ہیں

یہ زندہ مثال اس بات کی ہے۔ کہ مومن قدوس ہوتا ہے دنیا ایک سانس میں اسے برا کہتی ہے۔ اور دوسرے سانس میں اسکی تعریف کرنے پر مجبور ہوتی ہے لوگ ایک طرف سارے عیوب اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر دیانتدار کوئی نہیں۔ اور نہیں سوچتے۔ کہ کیا ساری دیانت کفر میں ہی رہ گئی ہے؟ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تم کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک قدوس نہ ہو۔ دشمن سے بھی اگر پوچھا جائے۔ تو وہ کہے کہ ہے تو یہ کافر اور پلید۔ مگر اس کی بات پر میں اعتبار کرتا ہوں۔ تھوڑے ہی دن کی بات ہے

ایک غیر احمدی یہاں آیا

اس کا مقدمہ کسی احمدی مجسٹریٹ کے پاس تھا۔ لوگوں نے اسے کہا کہ قادیان سے جاکر سفارش کراؤ۔ تا مقدمہ کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو۔ جب وہ یہاں آیا۔ تو کسی نے اسے بتایا۔ کہ سفارش کے کیا معنی ہیں مجسٹریٹ سرکار سے اسی بات کی تنخواہ لیتے ہیں کہ انصاف کریں پھر احمدی جو ہوتا ہے۔ اس کا خصوصیت سے یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ انصاف کو کسی لحہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ پھر سفارش کی کیا ضرورت ہے کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ اس مجسٹریٹ کو یہاں سے

بددیانتی کرنے کی تعلیم

دی جائے گی۔ چونکہ اس کا پہلے بھی احمدیوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا اس لئے یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اور جب وہ میرے پاس آیا تو کہنے لگا۔ میں آیا تو کسی اور مقصد کے لئے تھا۔ مگر لوگوں نے مجھے بتایا ہے۔ کہ وہ بات پیش کرنی مناسب نہیں۔ اس لئے اب میں وہ بات تو پیش نہیں کرتا۔ صرف درخواست کرتا ہوں۔ کہ دعا کریں۔ اگر احمدیت سچی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ مجھے بھی اس میں داخل ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ پھر اس نے خود ہی ذکر کیا۔ کہ میرا ایک مقدمہ ایک احمدی مجسٹریٹ کے پاس ہے۔ مجھے رشتہ داروں نے کہا تھا۔ کہ قادیان میں جاکر سفارش کراؤ۔ میں نے انہیں کہا بھی۔ کہ یہ فضول بات ہے اگر وہ مجسٹریٹ احمدی ہے تو خود ہی انصاف کرے گا۔ کسی سفارش کی کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ نہ مانے اور میں یہاں چلا آیا۔ یہاں آکر بھی لوگوں نے یہی بتایا۔ کہ وہ احمدی ہی کیسا ہے۔ جو انصاف نہیں کرے گا۔ ان باتوں سے اب میری تسلی ہو گئی ہے۔ اور میں نے سفارش کرانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔

مقدمہ میں پھنسے ہوئے لوگوں کی عقل کس قدر پراگندہ ہو جاتی ہے مگر ایسے مجبور آدمی کا بھی یہ سمجھ جانا۔ کہ

احمدی جج انصاف کرے گا

بتاتا ہے۔ کہ اسے یہ محسوس ہوا۔ کہ اس جماعت میں قدوسیت ہے۔ ورنہ اگر اسے احمدیوں سے ذاتی واقفیت نہ ہوتی تو وہ ضرور اصرار کرتا۔ کہ میری سفارش کرو۔ لیکن چونکہ وہ

احمدیوں کے حالات سے واقف

تھا۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ دور سے چل کر آیا تھا کہنے لگا۔ اب میری تسلی ہو گئی۔

تو احمدیت کے ساتھ قدوسیت۔ یا

ایمان کے ساتھ قدوسیت

ایک لازمی چیز ہے۔ خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں انسان کتنی ہی اپنے آپ میں کمزوریاں دیکھے۔ دنیا کے مقابلہ میں قدوس ہوگا۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر نسبت سے قدوس ہے۔ اور مومن

نسبتی طور پر قدوس

ہوتا ہے۔ جب مومن کی خدا تعالےٰ کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو وہ اپنے آپ کو کمزوریوں سے پر پاتا ہے۔ مگر جب بندوں کی طرف دیکھتا ہے۔ تو اپنے آپ کو قدوس سمجھتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ عزیز ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ اس کے بندے عزیز بنیں۔ ان کے اندر بھی استقلال ہو۔ ان کے اندر بھی

غیر معمولی مضبوطی اور پختگی

ہو۔ اور گو میں ہمیشہ شکایت کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت میں استقلال نہیں۔ مگر اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جو ہماری جماعت میں مومن ہیں۔ وہ

استقلال کا بہترین نمونہ

ہیں۔ دنیاوی انجمنیں قائم ہوتی ہیں۔ تو کوئی ایک مہینہ تک کام کرتی ہے۔ کوئی دو مہینہ تک۔ اور کوئی زیادہ کام کرے تو سال دو سال تک کام کرتی رہے گی۔ مگر آخر تھک کر رہ جائے گی۔ پھر ان انجمنوں میں آج ایک کام کرتا ہے۔ تو کل دوسرا۔ اور اگر بیس تیس سال بھی کوئی انجمن قائم رہی۔ تو اس کے کارکن ہمیشہ بدلتے رہے۔ مگر بجز جماعت احمدیہ ایسی جماعت ہندوستان میں اور کونسی نظر آسکتی ہے۔ جو

پچاس سال سے متواتر قربانیاں

کرتی چلی آرہی ہو۔ اگر کسی کو احمدیت میں داخل ہوئے پچاس سال ہوئے ہیں۔ تو وہ پچاس سال سے قربانیاں کر رہا ہے اگر کسی کو احمدیت میں داخل ہوئے چالیس سال ہوئے ہیں۔ تو وہ

چالیس سال سے قربانیاں

کر رہا ہے۔ اگر کسی کو احمدیت میں داخل ہوئے تیس سال ہوئے ہیں۔ تو وہ تیس سال سے قربانیاں کر رہا ہے۔ اور اگر کسی کو احمدیت میں داخل ہوئے بیس سال ہوئے ہیں۔ تو وہ بیس سال سے قربانیاں کر رہا ہے۔ پھر اگر باپ نے

سلسلہ کے لئے قربانی

کی تھی۔ تو اس کے بعد بیٹے نے قربانی شروع کر دی۔ اور بیٹے کے بعد اس کے پوتے نے قربانی شروع کر دی۔ غرض

عزیزیت کے نمونے

بھی ہماری جماعت میں ملتے ہیں۔ اور جو ابھی تک اس قسم کا نمونہ نہیں بنے۔ انہیں چاہیئے۔ کہ نمونہ بننے کی کوشش کریں جو ملک نہیں وہ ملک بننے کی کوشش کریں۔ جو قدوس نہیں وہ قدوس بننے کی کوشش کریں۔ جو عزیز نہیں وہ عزیز بننے کی کوشش کریں۔ اور جو حکیم نہیں وہ حکیم بننے کی کوشش کریں حکیم ہمیشہ

حکمت کے ماتحت کام

کیا کرتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ جتنا ہماری جماعت حکمت کے ماتحت ہر کام کرنے کی عادی ہے خود یورپ بھی اتنا حکمت کے ماتحت کام کرنے کا عادی نہیں۔ حالانکہ وہ تعلیم میں بہت آگے ہے۔ مثلاً جتنا ہمیں اشتعال دلایا جاتا اور مخالفوں کی طرف سے گالیاں دی جاتی ہیں۔ کیا دنیا کی کوئی اور قوم ہے۔ جو

اس قسم کی اشتعال انگیزی

کو برداشت کر سکے۔ صرف ہماری جماعت دنیا میں ایسی ہے۔ جو صبر کا بہترین نمونہ پیش کر رہی ہے۔ اور یہ اسی لئے کہ ہماری جماعت حکمت کو سمجھتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اگر گالیوں کے مقابلہ پر میں نے بھی گالیاں دے لیں۔ تو ان سے اتنا فائدہ نہیں ہوگا۔ جتنا چپ رہنے سے اور مار کھا کر خاموش رہنے سے ہوگا۔ اس طرح ہماری جماعت اپنے اصل مقصود کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے لوگوں کے

قلوب میں تبدیلی

جو پیدا کرنا چاہتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے کرتی چلی جاتی ہے۔ تو الملک القدوس العزیز الحکیم یہ چاروں صفات مومن کے اندر پائی جانی چاہئیں۔ جو شخص اپنے آپ کو ملک نہیں بناتا۔ جو شخص اپنے آپ کو قدوس نہیں بناتا۔ جو شخص اپنے آپ کو عزیز نہیں بناتا۔ اور جو شخص اپنے آپ کو حکیم خیال نہیں کرتا۔ اسے سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس کے

ایمان میں کمزوری

ہے ایک حافظ محمد صاحب پشاوری ہماری جماعت میں ہوا کرتے تھے۔ اب تو وہ فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون

میں سے تھے۔ کئی سال انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قادیان رہنے کا موقعہ ملا۔ ان کی طبیعت میں بہت جوش تھا۔ اگر کسی کی ذرا سی غلطی بھی دیکھ لیتے۔ تو جھٹ کہدیتے وہ منافق ہے۔ شیعوں کی طرح ان کا یہ خیال تھا۔ کہ ہماری جماعت میں صرف اڑھائی مومن ہیں۔ ایک وہ ایک

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ

اور آدھے مولوی عبدالکریم صاحب۔ احمدیہ چوک میں سے ایک گندہ نالا گزرا کرتا تھا۔ اور اس پر ایک بھٹہ پڑا رہتا تھا۔ اب تو وہاں سڑک بن گئی۔ اور نواب صاحب کے مکانات تعمیر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں بیٹھ جانا اور ہاتھ اٹھا کر بڑے زور زور سے دعائیں کرنا کہ خدایا اپنے مسیح کو منافقوں سے بچا۔ اس جماعت میں تو ہم صرف اڑھائی مومن رہ گئے ہیں۔ ایک دفعہ وہ پشاور جا رہے تھے۔ ساتھ اور بھی احمدی تھے۔ کسی نے رستہ میں کوئی بات جو کہی۔ تو انہوں نے کہا یہ بات یوں ہے وہ کہنے لگا۔ اس بات کا ثبوت کیا ہے۔ کہ یہ بات یوں ہے حافظ محمد صاحب کہنے لگے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ میں کہتا ہوں۔ اور میں مومن ہوں۔ وہ کہنے لگا یہ آپ نے بڑا

بھاری دعوےٰ

کر دیا۔ آپ کے اندر تکبر معلوم ہوتا ہے توبہ کیجئے۔ وہ پوچھنے لگے کیا آپ مومن نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ میں بھلا مومن کہاں ہوں میں تو

گنہگار بندہ

ہوں۔ یہ کہنے لگے اچھا اگر آپ مومن نہیں۔ بلکہ گنہگار ہیں۔ تو میں آپ کے پیچھے آئندہ نماز نہیں پڑھوں گا۔ ایک اور مولوی صاحب بھی ان میں موجود تھے۔ ان سے پوچھا گیا۔ تو وہ کہنے لگے میں بھی اپنے آپ کو مومن کہنے سے ڈرتا ہوں۔ یہ کہنے لگے اچھا جناب۔ اب آپ کے پیچھے بھی آئندہ سے نماز بند کچھ عرصہ کے بعد جب دوبارہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے۔ تو انہوں نے شکایت کی۔ کہ حافظ صاحب الگ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ انہوں نے جب پوچھا کہ کیا تم مومن ہو۔ تو ہم نے کہا ہم تو گنہگار بندے ہیں۔ اس پر حافظ صاحب نے ہمارے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ واقعہ سن کر فرمایا۔ حافظ صاحب سچ کہتے ہیں۔ جب کوئی

اقراری مجرم

ہو جائے۔ تو اس کے پیچھے نماز کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ جسے خدا تعالیٰ ایک

مامور کی شناخت کی توفیق

دیتا ہے۔ اور وہ پھر بھی کہتا ہے کہ میں مومن نہیں۔ تو وہ آپ مجرم بنتا ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی عدالت میں جا کر کہدے۔ کہ میں چور ہوں یا ڈاکو ہوں۔ پس جو شخص اپنے آپ کو چور اور ڈاکو کہتا ہے جس طرح وہ مجرم ہے۔ اسی طرح چونکہ

مومن اور متقی ہونا ایک ہی چیز ہے

اس لئے جو شخص کہتا ہے کہ میں متقی نہیں۔ اس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی جائے۔ پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جو جماعتیں ہوں۔ ان سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ مومن ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ملک ہوں۔ ان سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ قدوس ہوں۔ ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ عزیز ہوں۔ اور ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ حکیم ہوں پس اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنی جماعت سے یہ چاہتا ہے۔ کہ اس میں ملکیت پائی جائے۔ اس کے اندر قدوسیت پائی جائے۔ اس کے اندر عزیزیت پائی جائے اور اس کے اندر حکیمیت پائی جائے۔ پس اس آیت نے تمہیں یہ سبق دیا ہے۔ کہ تم کبھی اپنے آپ کو کمزور نہ سمجھو۔ بے شک خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہوئے ہم کہیں گے کہ ہم بیکس ہیں۔ ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں۔ مگر دنیا کے مقابلہ میں ہم ملک ہوں گے۔ بے شک خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہوئے ہم کہیں گے۔ کہ ہم گنہگار ہیں۔ ہمارے اندر

کئی قسم کی کمزوریاں

پائی جاتی ہیں۔ مگر دنیا کے مقابلہ میں ہم قدوس ہوں گے۔ بے شک خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے ہم کہیں گے۔ کہ ہمارے اندر استقلال کہاں مگر دنیا کے مقابلہ میں ہم عزیز ہوں گے۔ اسی طرح بے شک خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے ہم کہیں گے۔ کہ ہم بے وقوف ہیں۔ مگر دنیا کے مقابلہ میں ہم حکیم ہوں گے۔ مگر یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے

سورج کے مقابل میں دیا

کہے کہ میں تاریک ہوں۔ لیکن کیا دیا اندھیرے میں بھی کہا کرتا ہے۔ کہ میں روشن نہیں۔ یوں تو

روشن سے روشن لیمپ

بھی اگر سورج کے سامنے رکھ دو۔ تو اس کی روشنی غائب ہو جائیگی لیکن اگر اندھیرے میں اسے لاؤ۔ تب تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ اس کے اندر کتنی بڑی چمک پائی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر دین کے مخالفوں کے مقابلہ میں بھی جو

روحانی لحاظ سے تاریک

ہیں۔ کوئی شخص کہتا ہے۔ کہ میں روشن نہیں۔ تو وہ دراقعہ میں روشن نہیں اور جو شخص غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنے اندر ملکیت نہیں پاتا جو شخص غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنے اندر قدوسیت نہیں پاتا۔ جو شخص غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنے اندر عزیزیت نہیں پاتا۔ اور جو شخص غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنے اندر حکیمیت نہیں پاتا وہ ایک بجھا ہوا دیا اور

گل کی ہوئی لالٹین

ہے۔ تاریکی کے مقابلہ میں تو جگنو بھی چمکتا ہے۔ کجا یہ کہ ایک لالٹین ہو اور روشن ہو جگنو کیوں دن کو نظر نہیں آتے۔ اور رات کو نظر آتے ہیں۔ اسی لئے

کہ دن کو سورج مقابل پر ہوتا ہے۔ اور رات کو تاریکی مقابل پر ہوتی ہے۔ بچپن میں ہم ایک کھیل کھیلا کرتے تھے۔ مصری کی ڈلیاں لیتے اور رات کو لحاف اوڑھ کر انہیں توڑتے تو اس میں سے روشنی نظر آتی۔ بعض بچے جو ناواقف ہوتے ڈر جاتے۔ اور سمجھتے کہ جن آ گیا ہے۔ مگر دن کو مصری توڑو تو اس میں سے کبھی روشنی نظر نہیں آ سکتی۔ پس بے شک ہم اپنے آپ کو ادنےٰ سمجھتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں جو

چمکتے ہوئے سورج کی سی حیثیت

رکھتا ہے۔ اس کی ملکیت کے مقابلہ میں ہم جب اپنی ملکیت کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں اپنی بے بسی نظر آتی ہے۔ اس کی قدوسیت کے مقابلہ میں جب ہم اپنی قدوسیت کو دیکھتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں۔ ہم اس کے فضل کے بغیر کب پاک ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم اس کے عزیز ہونے کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر خدا ہمیں سہارا نہ دے۔ تو ہم کچھ بھی نہیں۔ پھر جب ہم

خدا تعالیٰ کی حکمت

کو دنیا کے ذرہ ذرہ میں دیکھتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں۔ ہماری حکمت اسکے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ہم تو نادان ہیں۔ مگر جب ہم رات کی تاریکی میں آتے ہیں۔ تو ہمیں پتہ لگتا ہے۔ کہ ہم نہ صرف خود روشن ہیں۔ بلکہ اپنے ارد گرد کو بھی روشن کر رہے ہیں اور جو اس وقت

ہماری روشنی کا انکار

کرتا ہے ہم اسے نابینا اور اندھا کہتے ہیں۔ جیسے سورج کے مقابل پر اگر کوئی شخص جگنو کی چمک نہ دیکھے تو یہ اس کی

نابینائی کا ثبوت

نہیں ہوتا۔ ہاں اگر رات کو اسے جگنو چمکتے نظر نہ آئیں۔ یا رات کو لیمپ جلتے دکھائی نہ دیں۔ تو اسے نابینا کہا جاتا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں میاں اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ۔ یہی حال مومن کا ہوتا ہے۔ جب وہ خدا تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو کسی اور کی روشنی اسے نظر نہیں آتی۔ مگر خدا جب اسے تاریکی میں کھڑا کرتا ہے۔ تو اسے اپنی روشنی بھی نظر آنے لگتی ہے۔ اور دوسروں کی بھی ۔

یہ وہ ایمان ہے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے اندر پیدا کرے۔ اگر ہم میں سے ہر شخص باوجود اس کے کہ وہ

دنیا کی نگاہوں میں ذلیل

اور حقیر ہو۔ یہ سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ وہ مالک ہے۔ یا یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ وہ قدوس ہے۔ تو یقیناً اس کے ایمان میں نقص ہے۔ اسی طرح اگر وہ دوسری دنیا کے مقابلہ میں اپنے آپ کو عزیزیت کے مقام پر فائز نہیں سمجھتا۔ اور نمایاں طور پر اپنے ہر کام میں حکمت اختیار نہیں کرتا۔ تو یہ بھی اس بات کا ثبوت ہوگا۔ کہ اس کے

ایمان میں نقص

ہے۔ اور اگر اس کے مالک ہونے کے باوجود قدوس ہونے کے باوجود عزیز اور حکیم ہونے کے باوجود دنیا اسے نہیں دیکھتی تو یہ دنیا کی نابینائی کا ثبوت ہوگا۔ مگر یہ نابینائی اسی وقت کہی جا سکتی ہے۔ جب دنیا کو کوئی ایک مومن بھی

ملکیت قدوسیت عزیزیت اور حکیمیت کا مظہر

نظر نہ آئے۔ اگر زید اور بکر میں سے وہ زید کو ان صفات کا مظہر سمجھتی ہے۔ اور بکر کو نہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بکر میں نقص ہے نہ یہ کہ اس کی بینائی میں قصور ہے۔ جیسے اگر کسی شخص کو اور لالٹینیں تو روشن نظر آئیں۔ مگر ایک نظر نہ آئے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا۔ کہ اس کی آنکھیں اسے نہیں دیکھتیں۔ بلکہ یہ مطلب ہوگا۔ کہ وہ لالٹین اندھیری ہے۔

پس یہ وہ مقام ہے جس کی مومن سے امید کی جاتی ہے اب تم میں سے ہر شخص اپنے دل میں سوچے اور غور کرے کہ کیا وہ مالک ہے۔ کیا وہ قدوس ہے۔ کیا وہ عزیز ہے۔ اور کیا وہ حکیم ہے۔ جو شخص مالک ہو وہ دنیا سے کبھی ڈرا نہیں کرتا۔ اور جو قدوس یعنی

نیکی کا مجسمہ

ہو۔ لوگ اس پر حقیقی اعتراض نہیں کر سکتے۔ جھوٹے اعتراض بیشک کرینگے۔ مگر وہ قدوس شخص کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ جتنا زیادہ لوگ قدوس مومن پر اعتراض کریں۔ اتنی ہی زیادہ ان کی روسیاہی ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص عزیز ہو۔ اور

استقلال سے کام کرنے والا

ہو۔ یا حکیم ہو اور اپنے ہر کام میں دانائی کو مدنظر رکھتا ہو۔ اس پر اعتراض کر کے کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ جب کوئی نیا احمدی ہو۔ تو لوگ اسے کہا کرتے ہیں۔ بیوقوفی سے اس نے حضرت مرزا صاحب کو مان لیا۔ مگر کیا وہ دیکھتے نہیں۔ کہ کاموں میں اس احمدی کی بے وقوفی ظاہر ہوتی ہے۔ یا ان کی۔ لوگ اسے اشتعال دلاتے ہیں

دل آزار کلمات

اس کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مگر یہ خاموش رہتا اور اپنے جوشوں کو دبا کر انہیں تبلیغ کرتا رہتا ہے۔ صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ حکیم ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ کس موقعوں پر جوشوں کو دبانا چاہیئے اور کس موقعہ اپنی

غیرت کا اظہار

کرنا چاہیئے۔

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ یسبح للہ مافی السموٰت ومافی الارض۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ

خدا تعالےٰ کی تسبیح

کرتا ہے۔ یہاں تسبیح سے مراد کیا ہے۔ اور اگر وہ چیزیں تسبیح کرتی ہیں تو کہاں کرتی ہیں۔ ہمارے سامنے اس وقت مینار کھڑا ہے۔ یہ کب تسبیح کر رہا ہے۔ مکان کی دیواریں ہیں۔ یہ کہاں تسبیح کر رہی ہیں۔ فرش اور چھت ہے یہ کہاں تسبیح کر رہا ہے۔ ہم نے لباس پہنا ہوا ہے یہ کہاں سبحان اللہ سبحان اللہ کر رہا ہے۔ ہمیں تو ان چیزوں کی تسبیح سنائی نہیں دیتی۔ مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یسبح للہ مافی السموات وما فی الارض۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے۔ اب اگر واقعہ میں تسبیح ہو رہی ہے۔ تو کیا ہم بہرے ہیں کہ وہ تسبیح ہمیں سنائی نہیں دیتی۔ یا وہ تسبیح ہی نہیں کرتیں۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں کئی دفعہ تسبیح ہوتی ہے۔ مگر سنی نہیں جاتی۔ مثال کے طور پر

گراموفون کا ریکارڈ

لے لو۔ اس کا ریکارڈ آیا بولتا ہے یا نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اس کا ریکارڈ بولتا ہے مگر جب تک سوئی نہیں رکھی جاتی۔ اس سے آواز پیدا نہیں ہوتی۔ یا کیا ایک ان پڑھ کے لئے دنیا میں کتاب بولا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم وغیرہ ہزاروں الفاظ نظر آتے ہیں۔ اور جب ہم پڑھتے ہیں۔ تو قرآن مجید ہمارے لئے بول رہا ہوتا ہے۔ لیکن ایک ان پڑھ کے سامنے قرآن مجید رکھ دو۔ تو وہ یہی کہیگا کہ کاغذوں پر سیاہی گری ہوئی ہے۔ پس ان پڑھ کے لئے

قرآن کے الفاظ

کاغذ پر گری ہوئی سیاہی کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن جب ایک پڑھا لکھا شخص دیکھتا ہے۔ تو اسے عبارتوں کی عبارتیں نظر آنے لگتی ہیں۔ اسی طرح اگر ایک انجنیئر کے سامنے

انجنیئرنگ کی کوئی کتاب

رکھ دو۔ تو وہ کتاب اس کے لئے بولتی ہوئی نظر آئے گی کہیں وہ کتاب اسے یہ بتلائے گی۔ کہ چھتوں کے لئے گارڈر کتنے مضبوط ہونے چاہئیں۔ کتنے اور کیسے گارڈر

چھت کا بوجھ

برداشت کر سکتے ہیں۔ کہیں وہ کتاب اسے یہ بتائے گی۔ کہ محراب کس صورت میں بوجھ زیادہ اٹھا سکتی ہے۔ کہیں وہ کتاب اسے یہ بتائے گی۔ کہ

عمارت کے لئے

کتنی بنیاد کھودنی چاہیئے۔ اور کتنی گہری بنیادوں پر کتنی بلند عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ غرض وہ کتاب اس کے سامنے بول رہی ہوگی۔ لیکن ایک نادان کے سامنے رکھ دو۔ تو وہ کہیگا کچھ لکیریں سی کھچی ہوئی ہیں ۔

پس ایک صاحب علم کے لئے جو کتاب بولتی ہے۔ جاہل کے سامنے وہ خاموش ہوتی ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی پاکیزہ کتاب بھی ایک

جاہل کے لئے

گری ہوئی سیاہی کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر ایک عالم کے لئے کیسی بولنے والی ہے۔ بلکہ اس قرآن سے زیادہ بولنے والی چیز دنیا میں اور کوئی ہے ہی نہیں۔ تیرہ سو سال سے برابر آج تک بولتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور

نئی سے نئی باتیں

غور کرنے والوں پر کھولتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یسبح للہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ زمین و آسمان کی ہر چیز خدا تعالےٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ تو ہمارا یہ سمجھ لینا کہ تسبیح کے صرف اتنے معنی ہیں کہ

خدا تعالےٰ کے قانون میں کوئی عیب نہیں

ظلم ہے یقیناً زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ کسی رنگ میں بولتا اور اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ خواب اور رویاء میں جو

یقظہ سے زیادہ واضح

ہوتی ہے۔ بعض دفعہ دیواریں بولتی دکھائی دیتی ہیں۔ بعض دفعہ جانور مثلاً کتے اور بلیاں بولتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور خوابوں میں یہ جانور بہت معقول باتیں کرتے نظر آتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ اسی رنگ میں الہام ہوا۔ کہ

"خاکسار پیپرمنٹ"

دشمنان سلسلہ ہمیشہ اس الہام پر ہنسی اڑاتے رہتے ہیں حالانکہ اگر بہرہ اس بات پر ہنسی اڑائے۔ کہ لوگ باتیں کرتے ہیں۔ یا اندھا اس بات پر ہنسے کہ لوگ

چمکنے والے سورج کا ذکر

کرتے ہیں۔ تو یہ بے ہودہ بات ہوگی۔ خاکسار پیپرمنٹ کی آواز سننے کا جو اہل تھا اس نے اس آواز کو سن لیا۔ اور جن کے اس آواز کو سننے اور سمجھنے کے کان نہیں ہیں۔ وہ اس آواز کو کیسے سن سکتے ہیں جس طرح ایک ان پڑھ کے سامنے اگر انجینئرنگ کی کتاب رکھ دی جائے۔ تو وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہیگا کہ

لکیریں کھچی ہوئی ہیں

بلکہ اب تو لوگ تعلیمی ذہانت ہونے کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ کہ یہ کتاب ہے اور اس میں کچھ لکھا ہوا ہے۔ اگر ایک ایسا ان پڑھ آدمی ہو۔ جسے پتہ ہی نہ ہو۔ کہ کتاب کیا ہوتی ہے۔ اگر اس کے سامنے کتاب کھول کر رکھ دو۔ تو وہ کیا کہے گا۔ یہی کہیگا کہ سیاہی گری ہوئی ہے۔ مشہور ہے۔ کہ ایک انگریز نے

افریقہ کے قبائل

پر اسی بناء پر قبضہ کیا۔ کہ ایک دفعہ اس نے ایک لکڑی پر کوئلہ سے کچھ لکھ کر ایک حبشی کو بلایا۔ اور اسے کہا۔ یہ لکڑی وہ اس کے گھر لے جائے۔ اور اس کی بیوی جو چیز دے وہ لیتا آئے۔ وہ کہنے لگا میں کونسی چیز لاؤں۔ انگریز کہنے لگا یہ لکڑی خود بتا دے گی۔ کہ کس چیز کی ضرورت ہے۔ جب وہ لکڑی اس نے بیوی کو لا کر دی۔ تو اس نے وہ پرزہ نکال کر جو اس نے مانگا تھا دے دیا۔ حبشیوں پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ وہ اس لکڑی کو پوجنے لگ گئے۔ تو ناواقف اور ان پڑھ آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کہ کتاب وغیرہ میں کیا لکھا ہے۔ مگر پڑھے ہوئے آدمی کے لئے وہی لکھی ہوئی چیز بولنے لگ جاتی ہے۔ ان پڑھ ممکن ہے یہی خیال کرنے لگے کہ یہ تحریر باتیں کرتی ہے۔ پس یہ مخالف معرفت سے تو دور کا بھی تعلق نہیں رکھتے۔ اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات

پر اعتراض کرنے اور ہنسی اڑانے لگ جاتے ہیں۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو نہ بولتی ہو۔ پیپرمنٹ بھی بولتا ہے۔ اور دوسری چیزیں بھی۔ مگر ان کی آواز سننے کے لئے وہ کان چاہئیں۔ جن کی ضرورت ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک درخت جس سے آپ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ جب آپ کا منبر بنا اور آپ نے اس

درخت پر سہارا لگانا

چھوڑ دیا۔ تو وہ رو پڑا۔ اگر پیپرمنٹ کے کلام کرنے پر ہنسی جائز ہے۔ تو پھر یہاں بھی ہنسی جائز ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر وہاں یہ کہا جائے۔ کہ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ درخت نہیں رو دیا۔ البتہ اس

رونے کی آواز

سننے کے لئے کان چاہئیں۔ یا یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس کی آواز محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت ابوبکرؓ اور اسی مذاق کے دوسرے لوگ سن سکتے تھے تو یہاں بھی جو اس آواز کے سننے کا اہل تھا۔ اس نے سن لیا۔ مگر جو

ادنیٰ درجہ کے لوگ

ہیں۔ وہ تو ان باتوں پر ہنسی ہی اڑائیں گے۔ جیسے مثلاً گراموفون کسی ناواقف کو دو۔ اور اس سے دریافت کرو۔ کہ کیا یہ بول سکتا ہے۔ وہ کبھی اس کے بولنے کو تسلیم نہیں کرے گا۔ بلکہ انکار کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی پٹھان جو صرف پشتو بولتا ہو آئے اور ایسے لوگوں میں جو پشتو کا ایک حرف بھی نہیں سمجھتے گھنٹہ بھر تقریر کرے۔ اور اپنے

درد بھرے واقعات

لوگوں کو سنائے۔ تو کیا کوئی ہوگا۔ جو اس کی بات کو سمجھ سکے۔ لوگوں سے پوچھا جائے۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ کہ کچھ غبر غبر کر رہا تھا۔ اسی طرح اگر چینی آجائے۔ اور وہ اپنی زبان میں تقریر کرے۔ تو لوگ سن کر کیا سمجھیں گے۔ کچھ بھی نہیں۔ یہی خیال کریں گے۔ کہ چیں چیں کر رہا ہے۔ یا مثلاً فرض کرو۔ ایران کی ایک عورت

فارسی زبان سے ناواقف ہندوستانیوں میں

آتی ہے۔ اور اپنی درد بھری کہانیاں لوگوں کو سناتی۔ اور اپنے مصائب کا قصہ ان کے سامنے دہراتی ہے۔ وہ بیان کرتی ہے۔ کہ کس طرح اس کا خاوند فوت ہوگیا۔ پھر اس کے رشتہ داروں نے اس کے ساتھ غداری کی۔ اور اس کی جائداد وغیرہ سب چھین لی۔ اور اسے گھر سے باہر نکال دیا۔ وہ

دربدر ٹھوکریں

کھاتی رہی۔ جنگلوں کی خاک اس نے چھانی۔ پاؤں میں اس کے چھالے پڑ گئے۔ آگے آئی تو ڈاکوؤں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اسے زدو کوب کیا۔ فرض کرو یہ تمام قصہ وہ سناتی ہے۔ اور اپنی ساری

قوتِ بیان

صرف کر دیتی ہے۔ لیکن اگر پنجاب کے کسی گاؤں میں وہ یہ باتیں بیان کرے۔ تو عورتیں اور بچے اس کی تقریر سن کر کیا سمجھیں گے۔ وہ ایک حرف بھی اس کی

داستانِ غم

کا نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ وہ اس آواز کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ یہی کہیں گے کہ یونہی ہست بود کر رہی ہے۔ یا مثلاً اس وقت ایک چڑیا چہچہائی ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ ان کی کوئی زبان ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ لیکن اگر ہوتی ہے تو ممکن ہے۔ اس چڑیا نے یہی کہا ہو۔ کہ میرے پیارے بچے میرے پاس آجا۔ لیکن چونکہ ہم اس کی زبان سے ناآشنا ہیں۔ اس لئے ہم اس آواز کو بے معنی سمجھتے ہیں:

غرض دنیا میں جب کوئی شخص کسی چیز کو نہیں سمجھتا۔ تو وہ خیال کرتا ہے۔ کہ وہ

بے معنی اور ناکارہ

ہے۔ مگر سمجھنے والا اس آواز کو سمجھتا اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو بمشکل ایک پھلکا آپ کھاتے۔ اور جب آپ اٹھتے تو

روٹی کے ٹکڑوں کا بہت سا چورہ

آپ کے سامنے سے نکلتا۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ روٹی توڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے۔ پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کر مونہہ میں ڈال لیتے۔ اور باقی ٹکڑے دسترخوان پر رکھے رہتے معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کیوں کیا

کرتے تھے۔ مگر کوئی دوست کہا کرتے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے ٹکڑوں میں سے کونسا

تسبیح کرنے والا

ہے۔ اور کونسا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کی بات سننی مجھے اس وقت یاد نہیں۔ مگر یہ یاد ہے کہ لوگ یہی کہا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یسبح للہ مافی السمٰوات ومافی الارض۔ زمین و آسمان میں سے تسبیحوں کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ اب کیوں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ

زمین و آسمان کی ہر چیز

تسبیح کر رہی ہے۔ جبکہ ہم اس تسبیح کی آواز کو سن ہی نہیں سکتے۔ اور جس چیز کو ہم سن نہیں سکتے۔ اس کے بتانے کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیا قرآن میں کہیں یہ لکھا ہے کہ جنت میں فلاں مثلاً عبدالرشید نامی ایک شخص دس ہزار سال سے بیٹھا ہوا ہے۔ ہمارے لئے چونکہ اس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ہمیں ایسی باتیں نہیں بتائیں پھر جب اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

یسبح للہ مافی السمٰوات ومافی الارض

زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے۔ تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ اے لوگو تم اس تسبیح کو سنو۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ

چاند نکل آیا

تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے۔ کہ لوگ آئیں اور دیکھیں یا جب ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں شخص گا رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ چلو اور اس کا راگ سنو۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ یسبح للہ مافی السمٰوات ومافی الارض زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم اس تسبیح کو سنو۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ تسبیح ایسی ہے جسے ہم سن بھی سکتے ہیں۔ ایک تو سننا ادنےٰ درجہ کا ہے۔ اور ایک اعلیٰ درجہ کا۔ مگر

اعلےٰ درجہ کا سننا

انہی لوگوں کو میسر آ سکتا ہے۔ جن کے ویسے ہی کان اور آنکھیں ہوں۔ اسی لئے مومن کو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جب وہ کھانا شروع کرے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے۔ کھانا ختم کرے تو الحمد للہ کہے۔ کپڑا پہنے یا کوئی اور نظارہ دیکھے۔ تو اسی کے مطابق تسبیح کرے۔ گویا مومن کا تسبیح کرنا کیا ہے۔ وہ ان چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ کپڑے کی تسبیح اور کھانے کی تسبیح اور دوسری چیزوں کی

تسبیح کی تصدیق

کرتا ہے۔ مگر کتنے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ رات دن کھاتے اور پیتے ہیں۔ پہاڑوں پر سے گذرتے ہیں۔ دریاؤں کو دیکھتے ہیں۔

سبزہ زاروں کا مشاہدہ

کرتے ہیں۔ درختوں اور کھیتوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھتے ہیں پرندوں کو چہچہاتے ہوئے سنتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کیا ان کے دلوں میں بھی ان چیزوں کے مقابلہ میں تسبیح پیدا ہوتی ہے۔ اگر نہیں پیدا ہوتی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ انہوں نے ان چیزوں کی تسبیح کو نہیں سنا۔ مگر تم کہو گے۔ کہ ہمارے کانوں میں تسبیح کی آواز نہیں آتی۔ میں اس کے لئے تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ کئی آوازیں کان سے نہیں۔ بلکہ اندر سے آتی ہیں۔ مثلاً خوشی ہے کیا اس کی آواز کو کسی نے کانوں سے سنا۔ جب کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے۔ تو کیا اس موقعہ پر اس کے

کان میں خوشی کی آواز

آیا کرتی ہے۔ یا دل میں ایک کیفیت پیدا ہوا کرتی ہے۔ فرض کرو ایک ایسا شخص ہو جس کی شادی پر بیس برس گذر گئے ہوں اور اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی ہو۔ اکیسویں سال اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہو۔ تو کیا اس خوشی کے موقعہ پر اس کے کانوں میں یہ آواز آیا کرتی ہے۔ کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ یا خوشی کی خبر سنتے ہی معاً اس کی قلبی کیفیات بدل جاتی ہیں۔ اسی طرح جب کسی کا

اکلوتا بیٹا

مرجاتا ہے۔ تو کیا اس وقت اس کے کانوں میں یہ آواز آیا کرتی ہے۔ کہ میرا اکلوتا بچہ مرگیا۔ یہ بڑی بُری بات ہوئی۔ یا معاً اس کی

آنکھوں میں آنسو

بھر آتے۔ اور دل میں انقباض سا پیدا ہو جاتا ہے۔ پس خوشی اور رنج کی آوازوں کو آج تک کسی نے اپنے کانوں سے نہیں سنا۔ بلکہ خوشی کی آواز تمہارے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور رنج کی آواز تمہارے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح

وفا کے جذبات

انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ہم رنج خوشی اور وفا کے جذبات کو محسوس کرتے ہیں۔ پھر بھی ہمارے کانوں میں ان چیزوں کی آوازیں نہیں آتیں۔ بلکہ دل ان کی آوازوں کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح ماں بعض دفعہ اپنے بچے کی طرف جبکہ وہ دیکھتی ہے کہ وہ کنوئیں میں گرنے لگا ہے بے اختیار دوڑ پڑتی ہے۔ حالانکہ اس وقت بچہ اسے بلا نہیں رہا ہوتا۔ اور نہ اس کے کانوں میں بلانے کی آواز آتی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ دوڑ پڑتی ہے۔ کیونکہ اس آواز کو اس کا

دل محسوس کرتا ہے

پس ساری آوازیں کانوں سے ہی نہیں سنی جاتیں۔ بلکہ دل سے بھی سنی جاتی ہیں۔ کوئلہ جب گرم ہو تو کیا اس وقت خود کہا کرتا ہے۔ کہ میں گرم ہو گیا۔ یا

پاس بیٹھنے والا

خود بخود محسوس کر لیتا ہے۔ کہ اب یہ گرم ہو گیا۔ تم کوئلہ کے پاس بیٹھو۔ تمہیں خود بخود یہ آواز آنی شروع ہو جائیگی کہ اب میں گرم ہو گیا۔

یہی تسبیح کے معنی ہیں۔

زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ میں تسبیح

پائی جاتی ہے۔ جو لوگ اس تسبیح کو سمجھنے اور محسوس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ اس تسبیح کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر جو بے ہوش یا فالج زدہ ہیں وہ ان کی تسبیح نہیں سن سکتے۔ ایک

فالج زدہ آدمی

کو آگ کے پاس بٹھا دو۔ پھر بھی وہ اسکی گرمی کو محسوس نہیں کرے گا۔ اور نہ اسے آگ میں سے یہ آواز آئے گی۔ کہ میں گرم ہو گئی۔ اسی طرح بے ہوش آدمی کے کان میں جاکر کہو۔ کہ تیرے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ تو اس کے دل میں کوئی

خوشی کی کیفیت

پیدا نہیں ہو گی:۔

پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یسبح للہ مافی السمٰوات ومافی الارض۔ زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے۔

تمہارا فرض

ہے۔ کہ تم اس تسبیح کو سنو۔ اور اگر تم اپنے گھر کو دیکھتے ہو۔ جس میں تم رہتے ہو۔ اس چارپائی اور بستر کو دیکھتے ہو۔ جس پر تم سوتے ہو۔ اس فرش کو دیکھتے ہو۔ جس پر اپنی چیزیں رکھتے ہو۔ اس چھت کو دیکھتے ہو۔ جس کے نیچے رہتے ہو۔ اس ٹرنک کو دیکھتے ہو۔ جس میں تمہارا اسباب پڑا ہوا ہے۔ اس تھال کو دیکھتے ہو۔ جس میں تمہارے لئے سالن پڑا ہے۔ اس روٹی کو دیکھتے ہو جسے تم کھا رہے ہو۔ اس پانی کو دیکھتے ہو۔ جس سے تم پیاس بجھاتے ہو۔ مگر

ان تمام چیزوں کو دیکھنے کے باوجود

تمہارے دل ان چیزوں کی تسبیح کو نہیں پہچانتے۔ اور تمہارے دل بھی

ان چیزوں کو دیکھ کر سبحان اللہ سبحان اللہ نہیں کہہ اٹھتے تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ

تمہارے دل کو فالج ہو چکا ہے

ورنہ کیوں تمہارے دل بھی مقابل میں وہی کچھ نہ کرنے لگیں جو یہ چیزیں کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اگر ہمارے دل اس کی چیزوں کو دیکھنے کے باوجود تسبیح نہیں کرتے تو ہم مردہ دل ہیں۔ ایک مجلس میں بیٹھ کر دیکھ لو۔ لوگوں کو چاند کا انتظار ہو۔ اور ایک شخص دیکھ لے اور کہے چاند نکل آیا۔ تو کس طرح تمام لوگ شور مچا دیتے ہیں کہ کدھر ہے کدھر ہے اسی طرح کس طرح ممکن ہے کہ دیواریں سبحان اللہ کر رہی ہوں مگر ہمارے دل سبحان اللہ نہ کرتے ہوں۔ بندر والے بندر نچاتے ہیں۔ تو

تماشہ دیکھنے والے لڑکے

ناچنے لگ جاتے ہیں۔ تقریر کرنے والا تقریر کرتا ہے۔ تو سننے والوں کے دلوں میں ولولے اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ذرہ ذرہ تسبیح کر رہا ہو اور

زمین و آسمان میں ایک شور

پڑا ہوا ہو۔ مگر ہمارے دل میں کوئی تسبیح کا احساس نہ ہو۔

حضرت مظہر جان جاناں صاحب

دلی کے ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ ان کے غلام علی نام ایک خلیفہ تھے۔ غالباً بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ایک دن مظہر جان جاناں صاحب کے پاس کوئی شخص ہدیۃً

بالائی کے لڈو

لایا۔ بالائی کے لڈو بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ ہمارے پنجاب میں جو بوندی کے لڈو بنائے جاتے ہیں۔ وہ بالائی کے لڈوؤں سے چار گنا زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ انہوں نے بالائی کے دو لڈو اپنے خلیفہ اور شاگرد

میاں غلام علی صاحب

کو دیئے۔ انہوں نے اسی وقت مونہہ میں ڈالے اور کھا لئے۔ ہمارے پنجاب میں تو اکثر آدھا لڈو یکدم مونہہ میں ڈال لیا جاتا ہے بلکہ بعض لوگ سارا لڈو ہی مونہہ میں ڈال لیتے ہیں اور وہ تو بالائی کے لڈو تھے۔ اور بہت ہی چھوٹے چھوٹے۔ انہوں نے دونوں لڈو کھا لئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مظہر جان جاناں صاحب نے دریافت کیا کہ میاں غلام علی۔ میں نے تمہیں لڈو دیئے تھے۔ وہ کہاں گئے۔ انہوں نے کہا حضور وہ تو میں نے کھا لئے۔ فرمانے لگے میاں میں نے تو تمہیں دو لڈو دیئے تھے۔ کیا دونوں کھا لئے۔ وہ کہنے لگے۔ حضور دو کیا اور بھی ہوتے تو مونہہ میں آجاتے۔ وہ کونسے بڑے ہوتے ہیں۔ حضرت مظہر جان جاناں صاحب نے حیرت سے شکل بنا کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں لڈو کھانے نہیں آتے پھر کسی دن لڈو آئیں تو مجھے یاد کرانا کچھ عرصہ کے بعد پھر کوئی شخص ان کے لئے بالائی کے لڈو لایا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر آپ بیٹھے ہی تھے۔ کہ میاں غلام علی صاحب نے ان سے عرض کیا۔ کہ آج لڈو آئے ہیں اور حضور نے وعدہ کیا تھا۔ کہ تم کو لڈو کھانا سکھائیں گے۔ مرزا صاحب نے ایک لڈو نکال کر رومال پر رکھ لیا۔ اور اس میں سے ایک

چھوٹا سا ٹکڑا

توڑ کر منہ میں ڈال لیا۔ اور پھر فرمایا۔ میاں غلام علی۔ یہ لڈو جو پڑا ہے تم جانتے ہو اس میں ایک چیز نہیں بلکہ کئی چیزیں ہیں۔ اس میں میٹھا ہے۔ اس میں گھی ہے اس میں بالائی ہے پھر اس کے اندر کچھ میدہ بھی ہے۔ خوشبو بھی آرہی ہے۔ پس یہ کئی چیزیں ہوئیں۔ مگر یہ تمام چیزیں حلوائی نے تو نہیں بنائیں۔ کیا تمہیں کبھی خیال آیا کہ اس کے اندر میٹھا۔ جو پڑا ہے یہ کہاں سے آیا۔ میٹھا حلوائی نے آخر کسی اور دوکان سے خریدا ہوگا۔ مگر اس دوکان والے نے بھی آپ نہیں بنایا۔ اس نے زمیندار سے لیا ہوگا۔ مگر زمیندار نے بھی خود نہیں بنایا۔ بلکہ اس نے ایک سال پوری محنت کی۔ اس نے سردی کے موسم میں

گنوں کو بونے کی تیاری

کی۔ اور دوسرے موسم میں اسے کاٹا۔ بارہ مہینے یہ زمین کی گوڈائی کرتا رہا۔ گنوں کو پانی دیتا رہا۔ اور یہ ساری محنت خدا تعالیٰ نے اس سے اس لئے کرائی۔ کہ تا مظہر جان جاناں ایک لڈو کھا لے۔ زمیندار خود ہی محنت نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کی بیوی بھی محنت کرتی تھی۔ وہ بھی اس کا ہاتھ بٹاتی۔ اس کے لئے وقت پر کھانا کھیت میں لے جاتی پھر جب گنے تیار ہو گئے تو اس کی رس نکالی گئی پھر اس سے شکر تیار کی گئی۔ وہ شکر انہوں نے بازار میں بیچی۔ اور حلوائی نے اس سے خریدی۔ اور یہ

تمام تگ و دو

اس لئے ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ مظہر جان جاناں ایک لڈو کھا لے۔ اس کے بعد فرمایا۔ زمیندار نے گنے خود تو نہیں بنائے تھے۔ گنے کا بیج اس کے پاس محفوظ تھا جو سالہا سال سے

ایک نسل دوسری نسل کو

دیتی چلی آئی۔ اور صرف اس لئے کہ مظہر جان جاناں ایک لڈو کھا لے۔ اسی طرح ایک ایک چیز کو انہوں نے لیا۔ اور بتایا۔ کہ جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے ایک لڈو کے بنانے کے لئے سب لوگ محنت کر رہے تھے۔ اگر زمیندار نے ہل چلایا۔ تو اس کے لئے

لوہے کا حصہ

اور لوگوں نے بنایا اور اس کے لئے انہوں نے بڑی بڑی محنتیں کیں۔ پس دراصل ساری دنیا ایک لڈو کے بنانے میں لگی ہوئی تھی۔ بلکہ بادشاہ بھی اس لڈو کے بنانے میں مدد دے رہے تھے۔ کیونکہ اگر وہ امن قائم نہ رکھتے تو کھیت ویران ہو جاتے۔ اسی طرح پولیس اور مجسٹریٹ وغیرہ بھی لڈو بنانے میں مدد دے رہے تھے۔ کیونکہ اگر دشمن کھیتوں کو جلا دیتا تو وہ شکر کس طرح تیار ہو سکتی جس سے لڈو بننا مقدر تھا۔ غرض مظہر جان جاناں صاحب اسی طرح ایک ایک چیز کا ذکر کرتے اور

اللہ تعالیٰ کے احسانات

کی طرف اپنے خلیفہ میاں غلام علی صاحب کو توجہ دلاتے رہے یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اور وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے نماز پڑھانے لگ گئے۔ پس مظہر جان جاناں صاحب نے اسی بات کی طرف توجہ دلائی۔ کہ لڈو جب میرے سامنے آتا ہے تو اس کا ذرہ ذرہ مجھے سبحان اللہ کہتا دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے غلام علی کو کیوں یہ خیال نہ آیا۔ کہ ایک لڈو اللہ تعالیٰ کے کتنے بڑے احسانات کا نتیجہ ہے۔ تب انہیں پتہ لگا کہ لڈو کھانے کا کیا مفہوم تھا پس اس لحاظ سے زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے۔ چھوٹا بھی اور بڑا بھی۔ ادنیٰ بھی اور اعلیٰ بھی مگر ان چیزوں کی

تسبیح کا ایک اور طریق

بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر بندہ تسبیح کرنے لگے تو پھر بھی زمین و آسمان میں تسبیح ہونے لگتی ہے۔ کسی نے کہا ہے ؂

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تُو ہے

اب معشوق تو ہر طرف نہیں ہوتا۔ محبت ہے جس کے نتیجہ میں انسان اپنے

محبوب کا جلوہ

ہر طرف دیکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے جسے سچی محبت ہو اسے ہر طرف سے تسبیح کی آوازیں اٹھتی سنائی دیتی ہیں۔ وہ روٹی کھاتا ہے تو اسے تسبیح کی آواز آتی ہے پانی پیتا ہے تو تسبیح کی آواز آتی ہے اس لئے کہ وہ روٹی کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور پانی پیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ تم اگر ایک گنبد کے نیچے کھڑے ہو جاؤ اور زور سے آواز دو۔ تو کیا تمہاری آواز واپس آتی ہے یا نہیں۔ تم اگر زور سے آواز دیتے ہو۔ کہ رشید تو گنبد سے بھی آواز آتی ہے کہ رشید۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ

یسبح للہ مافی السموات ومافی الارض جب دنیا میں میرے ایسے بندے پیدا ہو جائیں۔ جن کے

دلوں سے تسبیح کی آوازیں اٹھ رہی ہوں

تو دنیا کے ذرہ ذرہ سے تسبیح پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ جس طرح گنبد کے نیچے کھڑے ہو کر جب تم رشید کہتے ہو تو تمہیں آواز آتی ہے کہ رشید۔ جب تم گدھا کہتے ہو تو تمہیں بھی یہی آواز سنائی دیتی ہے کہ تو۔ اسی طرح جب تمہارے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بے تاب ہو جائیں۔ جب اس

عشق میں مدہوش

ہو کر تمہاری زبانوں پر بے اختیار سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ جاری ہو۔ تو اس وقت پہاڑ اور دریا اور زمین کا ذرہ ذرہ یہ کہہ اٹھے گا۔ کہ

سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ

اگر بالکل آہستہ بولو گے۔ تو تسبیح کی آواز بھی مدھم ہو گی اور اگر بلند آواز سے بولو گے تو تسبیح کی آواز بھی زیادہ زور سے پیدا ہو گی۔ پس خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ سبق دیا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں کامیاب ہو تو تم تسبیح اتنی بلند آواز سے کرو۔ کہ زمین کے ذرے ذرے خدا تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگ جائیں اور وہ بھی بے اختیار پکار اٹھیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ پس تمہیں دنیا میں تسبیح کرنی ہو گی۔ اور اتنی

بلند آواز سے تسبیح

کرنی پڑے گی۔ کہ دریا اور پہاڑ اور میدان اور جنگل بھی تسبیح کرنے لگ جائیں۔ یہاں تک کہ وہ مکانات بھی تسبیح کرنے لگ جائیں۔ جن میں تم رہتے ہو اور وہ بازار بھی تسبیح کرنے لگ جائیں جن میں تم چلتے ہو۔ اگر اس قسم کا کوئی انسان بن جائے تو اسے ہر جگہ تسبیح نظر آنے لگ جاتی ہے۔ اگر ایک فونوگراف

عشقیہ اور گندے اشعار

گا سکتا ہے۔ تو کیوں زمین اور آسمان خدا تعالیٰ کی تسبیح نہیں کر سکتے۔ تم یہ تو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ کہ ایک گراموفون اشعار گا سکتا ہے۔ تم یہ تو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ کہ

مرے ہوئے بھینسے کا چمڑا

ڈھم ڈھم کر سکتا ہے۔ تم پیتل کی نفیریوں کے متعلق تو یہ تسلیم کر سکتے ہو۔ کہ وہ راگ الاپ سکتی ہیں تم

فوجی میوزک

کے متعلق تو یہ تسلیم کر سکتے ہو۔ کہ وہ گاڈ سیو دی کنگ کہہ سکتا ہے۔ مگر تم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ زمین و

آسمان اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح کرتا ہے۔ اگر

پیتل کی نفیریاں

گیت گا سکتی ہیں۔ اگر چمڑے کے ڈھول ڈھم ڈھم کر سکتے ہیں اگر فوجی میوزک

مارسیلز کا گیت

گا سکتا یا گاڈ سیو دی کنگ کہہ سکتا ہے۔ اگر پیانو کی تاریں چھیڑنے سے وہ

کئی قسم کی سریں

نکال سکتا ہے تو کیا وجہ ہے۔ کہ زمین و آسمان خدا تعالیٰ کی تسبیح نہیں کر سکتے۔ یقیناً یہ چیزیں بھی خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔ ہاں فرق صرف یہ ہے کہ جس کے دل میں گند ہوتا ہے وہ گند سن لیتا ہے۔ اور جس کے دل میں پاکیزگی ہوتی ہے وہ پاکیزہ باتیں سن لیتا ہے۔ ایک پشتو زبان والا فارسی زبان کو کیا سمجھے۔ اور ایرانی پشتو کو کیا جانے جس کے اندر گند ہی گند بھرا ہوا ہو اسے تسبیح کہاں سے سنائی دے پس اصل سوال یہ نہیں۔ کہ کوئی چیز تسبیح کرتی ہے یا نہیں۔

سوال اس بولی کے سمجھنے کا ہے

اگر تسبیح کی بولی کوئی شخص سمجھ لے تو اسے تسبیح کی آوازیں آنی شروع ہو جائیں گی۔ اور اگر عشقیہ اشعار سے کوئی شخص مناسبت پیدا کر لے تو اسے وہ سنائی دینے لگتے ہیں۔ تو یسبح للہ مافی السموات ومافی الارض میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی یا تو اس طرف جس کا حضرت مظہر جان جاناں صاحب نے ایک مثال میں ذکر کیا۔ اور بتایا۔ کہ زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس کی تسبیح کرتا ہے۔ یا اس طرف کہ

ہماری تسبیح کے مقابلہ میں

زمین و آسمان گونجتا اور اس سے تسبیح کی آوازیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ انہی معنوں کو اس سورۃ کی اگلی آیت بالکل واضح کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ فرمایا۔ اگر

زمین و آسمان کے ذرات کی تسبیح

تمہیں سنائی نہیں دیتی۔ اور تمہارے کان اس کے سننے سے بہرہ ہیں۔ اگر تم نہیں جانتے کہ دریا کس طرح اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور تمہارے کان اس کے سننے سے بہرہ ہیں۔ اگر تم نہیں جانتے کہ پہاڑ کس طرح اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور تمہارے کان اس کے سننے سے بہرہ ہیں۔ اگر تم نہیں جانتے کہ ریت کے ذرات کس طرح اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور تمہارے کان اس کے سننے سے بہرہ ہیں۔ تو آؤ اس کی تسبیح کی ہم تمہیں

ایک مثال

سناتے ہیں۔ فرمایا۔ ایک امی قوم تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کی تسبیح سے بالکل ناواقف تھی۔ دنیا کے لوگ بھی نہیں سمجھ سکتے تھے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی تسبیح ہونے لگے گی۔

مکہ مدینہ اور طائف کے لوگ

محض شرک کو جانتے اور سمجھتے تھے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مشرک جو توحید کے نام تک سے ناواقف تھے۔

توحید پر جانیں قربان کرنے والے

بن جائیں گے۔ اور کون انسان مکہ والوں اور مدینہ والوں اور طائف والوں اور یمامہ والوں کو دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ ان میں تسبیح کی آوازیں پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی۔ مگر فرمایا۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم ہم نے اپنا ایک آدمی ان میں بھیجا۔ جو

روحانیت کی سریں

نکالنی جانتا تھا۔ جس طرح میوزک کا ماہر پیانو کی تاروں کو بجا کر ان میں سے آوازیں پیدا کر لیتا ہے ناواقف آدمی آوازیں پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مکہ مدینہ طائف اور یمامہ والوں کی حالت تھی۔ ان سے اگر آواز آتی تھی تو یہ کہ لات اچھا اور عزیٰ اچھا۔ تب ہم نے ان کی اس حالت زار کو دیکھ کر وہ رسول بھیجا۔ جو

دلوں کی سارنگیاں بجانیوالا

تھا۔ اس نے ان میں وہی چاروں صفات پیدا کر دیں جو ہم ہر مومن میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ پہلے ان کے دلوں سے کوئی آواز نہ آتی تھی۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اس رسول کے آنے کے ساتھ ہی ان کے دلوں سے تسبیح کی آواز پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ جس طرح ایک

واقف اور ماہر گویہ

سارنگی کی تاروں کو بجا کر ان سے قسم قسم کے گیت پیدا کر لیتا ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور

سارا عرب تسبیح کی آوازوں سے گونج اٹھا

پس فرمایا۔ یہ مثال تمہارے سامنے ہے۔ کیا مکہ والوں کے دلوں سے کسی تسبیح کی آواز سننے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ کیا نہیں جانتے کہ وہ توحید سے عاری تھے اور

بتوں پر فریفتہ

مگر دیکھو۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے کس طرح ان میں سریں پیدا کر دیں پس جس کو علم ہوتا ہے۔ جو واقف

اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۵ء

156

نمبر ۱۰۵ جلد ۲۲

اور ماہر ہوتا ہے۔ وہ

زمین کے ذرہ ذرہ سے تسبیح کی آوازیں

پیدا کر لیتا ہے۔ اس مثال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے کہ جب دنیا سے بظاہر خدا تعالیٰ کی تسبیح مٹ جائے۔ تو تم مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی تسبیح مٹ گئی ہے۔ تسبیح اس کے ذرہ ذرہ میں پائی جاتی ہے ہاں ضرورت ایک گویّے کی ہوتی ہے۔ ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو

پیانوں کی تاروں کو چھیڑے

اور اس سے گاڈ سیو دی کنگ کی آواز پیدا کرے۔ اگر چاہو تو تم بھی زمین کے ذرہ ذرہ سے تسبیح کہلوا سکتے ہو۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ تمہیں واقفیت ہو۔ تم

روحانی گویّے بننے کی کوشش کرو

اور اگر تم روحانی گویّے بن جاؤ گے۔ تو زمین و آسمان کی بے جان چیزیں بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگ جائینگی پس ان آیات میں ایک طرف تو یہ بتایا۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ملک ہے۔ قدوس ہے عزیز ہے۔ حکیم ہے اور دوسری طرف یہ بتایا۔ کہ جس طرح ہم ملک ہیں اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ ہماری تسبیح کر رہا ہے۔ جس طرح ہم قدوس ہیں اور دنیا کے ذرات ہماری

قدوسیت کا اقرار

کر رہے ہیں۔ جس طرح ہم عزیز ہیں اور دنیا کے ذرات ہماری

عزیزیت کا اظہار

کر رہے ہیں۔ جس طرح ہم حکیم ہیں۔ اور دنیا کے ذرات ہماری

حکمت کا اعتراف

کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم بھی ملک بن جاؤ۔ تم بھی قدوس بن جاؤ۔ تم بھی عزیز اور حکیم بن جاؤ۔ تو تمہارے ہاتھوں بھی یہ دنیا کی چیزیں سبحان اللہ سبحان اللہ کرنے لگ جائیں گی۔ صرف اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ تم اپنے آپ کو جاہل نہ سمجھو بلکہ ملک قدوس عزیز اور حکیم سمجھو۔ غلطی تم کو یہ لگی ہوئی ہے۔ کہ گویا تم کچھ بھی نہیں حالانکہ تم سب کچھ ہو۔ تم ملک بھی ہو تم قدوس بھی ہو تم عزیز بھی ہو تم حکیم بھی ہو۔ اور دوسری طرف تم یہ سمجھو کہ

دنیا کے ہر ذرہ میں قابلیت موجود ہے

صرف اس کے تاروں کو چھیڑنے کی ضرورت ہے۔ اگر تم عقل مندی سے اس کے تاروں کو چھیڑو گے۔ تو زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ سے تسبیح کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو جائیں گی۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

اسمبلی میں ۲۵ فروری کو مسٹر اسینے نے ریلوے بجٹ میں ایک سو روپے کی تحریک تخفیف اس لئے پیش کی۔ کہ اس وقت تک حکومت نے ہندوستانیوں کو ریلوے ملازمتوں میں زیادہ سے زیادہ جگہ دینے کی بجائے اس کے برعکس عمل کیا ہے۔ یہ تحریک ۴۴ کے مقابلہ میں ۸۱ آراء سے منظور ہوگئی۔

مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی کو حکومت ہند نے دہلی کے ۲۴ فروری کی اطلاع کے مطابق حج کے لئے حجاز جانے کی اجازت دیدی ہے۔

سر سکندر حیات خاں نے ایسٹرن ٹائمز کے مالک سے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ میں اور نواب مظفر خان صاحب سر فضل حسین کو نہ صرف اپنا محترم آقا ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا سب سے بڑا لیڈر سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا۔ کہ پچھلے دنوں اخبارات میں یہ خبر چھپی تھی۔ کہ چوہدری ظفر اللہ خان کے تقرر کے سلسلہ میں میاں صاحب نے ایک مسلم وفد سے کہا کہ مجھے مسلم رائے عامہ کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں چوہدری صاحب کو ضرور اپنا جانشین مقرر کرکے چھوڑوں گا۔ آپ نے کہا یہ خبر غلط ہے۔ اور میاں صاحب کے خلاف سراسر افترا تراشا گیا ہے۔

پنجاب کونسل میں ۲۵ فروری کو ممبر خزانہ نے ۳۶-۱۹۳۵ء کے بجٹ کا تخمینہ پیش کرتے ہوئے۔ آمد۔ دس کروڑ ۹۳ لاکھ خرچ۔ دس کروڑ چھبیس لاکھ۔ اور بچت۔ چھپن ہزار بتائی ہے۔

لاہور کی پولیس نے ۲۵ فروری کو احمد یار رزمی کے مکان پر چھاپہ مارا۔ اور "قادیان کے سر پر بیٹری گولہ" کی ۴۰ کاپیاں برآمد کیں۔

احراری لیڈروں مولوی کفایت اللہ اور مولوی ظفر علی خاں وغیرہ کے متعلق پشاور سے ۲۵ فروری کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ ان کی موٹر اتمان زئی سے واپسی پر ایک گڑھے میں جاگری۔ جس سے بعض کو چوٹیں آئیں۔ مولوی ظفر علی خاں کو درمیانی انگلی پر چوٹ آنے کی وجہ سے لیڈی ریڈنگ ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

ریاستہائے ہند کے نمائندوں کا ایک اہم اجلاس ۲۴ فروری کو بمبئی میں مسودہ قانون ہند اور گورنر جنرل کے اختیارات پر بحث و تمحیص کے لئے منعقد ہوا۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کانفرنس میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ مختلف کانفرنسوں میں حکومت نے جو مواعید کئے تھے۔ ان کا مجوزہ مسودہ قانون میں پوری طرح خیال نہیں رکھا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ریاستوں کا ایک نمائندہ وفد عنقریب لندن پہنچ کر وزیر ہند کے سامنے والیان ریاست کا صحیح نقطہ نگاہ پیش کرے گا۔

اٹلی اور ایبے سینا کے متعلق تازہ اطلاع مظہر ہے کہ ہر دو حکومتوں کی افواج میں بعض مقامات پر تصادم ہو گیا جس سے سینکڑوں آدمی ہلاک و مجروح ہوئے۔

حکومت چین کی طرف سے نئی دہلی سے ۲۷ فروری کی اطلاع کے مطابق اس وقت تک پانچ سو آدمیوں کو اس الزام میں گولی سے اڑایا جا چکا ہے۔ کہ انہوں نے خلاف قانون افیون اور دیگر منشی اشیاء کی حوصلہ افزائی کی۔

فارن اینڈ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے نئی دہلی سے ۲۶ فروری کی اطلاع کے مطابق سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ انگریزی فوج اور سرحدی قبائل میں جنگ کی بناء پر فقیر آلنگر کے ۲۳ آدمی قتل ہو چکے ہیں۔

گورنر سرحد پشاور کی ایک اطلاع کے مطابق ۲۶ مارچ کو پشاور میں ریاستی براڈ کاسٹنگ کا افتتاح کریں گے۔

پنجاب کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۶ فروری میں خان بہادر سردار حبیب اللہ خاں نے اس امر کے خلاف احتجاج کیا۔ کہ محکمہ حفظان صحت نے ایک سال میں ۷۷ ہزار روپے کی کونین انگلستان کی ایک فرم سے خریدی ہے۔ حالانکہ بازار میں دیسی کونین دستیاب ہو سکتی ہے۔ سر فیروز خاں نون نے جواب میں بتایا۔ کہ دیسی کونین میں بعض لوگ چونکہ چاک کی آمیزش کرتے ہیں۔ لہذا کونین ایسی فرم سے خریدی گئی جس سے ہندوستان کے تمام بڑے بڑے دوائی فروش خریدتے ہیں۔ اور جہاں کافی رعایت سے کونین کی گولیاں دستیاب ہوں۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول میں طلباء کی پرائیویٹ تقریب پر پولیس کی بیجا مداخلت

ذمہ وار حکام توجہ کریں

۲۷ فروری ۱۹۳۵ء بعد نماز عصر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی جماعت نہم نے جماعت دہم کے طلباء کو سکول کے ہال میں الوداعی ٹی پارٹی دی۔ جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی شمولیت فرمائی۔ صرف پندرہ اور احباب مدعو تھے۔ چائے نوشی کے بعد محمد عیسیٰ خاں طالب علم جماعت ہشتم نے تلاوت قرآن مجید کی۔ فضل کریم جماعت نہم نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد جماعت نہم کی طرف سے صلاح الدین صاحب نے انگریزی میں ایڈریس پڑھا۔ جس کا جواب نصیر شاہ صاحب جماعت دہم نے دیا۔ اس کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جانے والے طلباء کو ضروری نصائح فرمائیں۔

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔ کہ اس تقریب پر جو بالکل پرائیویٹ تھی۔ اور پرائیویٹ مقام پر منعقد کی گئی پولیس کے قریباً نصف درجن آدمی آ دھمکے۔ اور اندر داخل ہونے پر اصرار کیا۔

کیا ہم ذمہ وار حکام سے یہ دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ دفعہ ۱۴۴ کے یہاں نفاذ کا یہی مطلب ہے کہ احمدی اپنے گھروں اور پرائیویٹ مکانوں میں بھی اکٹھے ہو کر نہ بیٹھ سکیں۔ اور پولیس ہمارے گھروں میں بھی ہمارے سروں پر مسلط رہے۔ یقیناً یہ ایک ایسی بے ہودگی ہے۔ جسے دنیا کی کوئی مہذب گورنمنٹ جائز نہیں رکھ سکتی۔ اور جسے کوئی غیرت مند قوم برداشت نہیں کر سکتی۔ کیا ہم امید رکھیں۔ کہ مداخلت بے جا کی کوشش کرنے والوں کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی